رسائل و مسائل

جرم و سزا اور توبہ و استغفار

تفسیر ماجدی میں ہے کہ جن گناہوں کے لیے حد شرعی مقرر ہے (شراب نوشی' زناکاری' چوری وغیرہ) وہ جب تک حد جاری نہ ہو جائے محض توبہ و استغفار سے معاف نہیں ہو سکتے۔ یہ بات کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ ایک شخص سے غلطی یا کوئی بہت ہی سخت لغزش ہو جائے' اب وہ لاکھ نادم ہو' ہر طرح توبہ و استغفار خلوص قلب کے ساتھ کر رہا ہو اور پختہ عہد اس معصیت کے نہ دہرانے کا کر رہا ہو' پھر بھی خدائے غفور و رحیم اس کو معاف نہیں کرتا--- یہ تو ارحم الراحمین سے بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب ایسی نظیریں پہلے بھی گزر چکی ہیں اور اس زمانہ حال میں بھی گزری ہیں کہ اکابر سے بھی اپنی عمر کے کسی دور میں.شدید لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوئیں لیکن بعد کو وہ ایسا سنبھلے کہ ان کا وجود امت کے لیے باعث فخر بن گیا تو ایسے حضرات کو کیسے قیامت تک کے لیے عذاب میں گرفتار فرض کر لیا جائے؟

مسئلے کی صحیح صورت وہی ہے جو خود سائل کے ذہن میں ہے۔ تفسیر میں عبارت تنگ رہ گئی ہے اور مسئلے کی پوری صورت واضح نہ ہو سکی۔ اللہ معاف فرمائے۔ اب اس میں تصحیح اور اصلاح تو صرف طبع ثانی ہی میں ممکن ہے۔ وہاں مراد' یقیناً یہ ہو گی کہ مجرم کی آہ و فریاد سے متاثر ہو کر کسی واجب الحد جرم میں حد کا ساقط کر دینا کسی دنیوی حاکم' قاضی وغیرہ یہاں تک کہ پیمبر کے بھی اختیار میں نہیں۔ یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ عاصی تائب کو اللہ ارحم الراحمین بھی اپنی قدرت و رحمت سے معاف نہیں کر سکتا۔

جب کفر جلی اور شرک تک' کہ ان سے بڑھ کر کوئی معصیت اس پردۂ زمین پر ممکن نہیں' توبہ کے بعد معاف ہو جاتے ہیں تو پھر شراب نوشی' چوری وغیرہ کے جرم تو کہیں ہلکے ہیں۔ ان کی بنیاد پر بندۂ تائب کیوں مایوس ہو جائے؟ قبول توبہ کا قانون (گناہ جو اور جیسا بھی ہو) قرآن مجید نے تین جگہ بڑی صراحت سے بیان کر دیا ہے اور دلالتاً و ضمناً تو اور متعدد جگہ بھی۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (النساء ۴:۱۷)

"ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انھی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل

کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے۔

من قریب (جلدی) کی گنجایش صحابیوں اور تابعین کی مستند تفسیر میں قبل موت تک کی ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءً ۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الانعام ۶:۵۴) "تمھارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔ البتہ جن لوگوں نے جہالت کی بنا پر برا عمل کیا اور پھر توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو یقیناً توبہ و اصلاح کے بعد تیرا رب ان کے لیے غفور اور رحیم ہے"۔

صراحتیں قبول توبہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہیں، اور خود توبہ کی حقیقت شریعت میں یہ بتائی گئی ہے: ۱۔ ماضی پر ندامت، ۲۔ مستقبل میں ترک معصیت کا عزم، ۳۔ تدارک و تلافی بقدر امکان۔

ایک جگہ صراحت کے ساتھ واجب الحد مجرموں اور ان کی سزاؤں کا بیان ہے:

"جو لوگ لڑتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں، تو ان کی سزا بس یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا وہ ملک بدر کر دیے جائیں۔ یہ تو ان کی رسوائی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

لیکن انھی باغیوں، خونیوں، ڈاکوؤں اور مفسدوں کے لیے معاً بعد ہی صراحت بھی موجود ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (المائدہ ۵:۳۴)، "مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ--- تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

توبہ کے بعد تو ایسے شدید، واجب الحد مجرموں سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور صفات مغفرت و رحمت اپنی پوری تجلی دکھائیں گی۔

یہ تو عام قاعدہ ہوا۔ پھر ہندستان اور پاکستان اور آج کے وہ سارے ملک جن میں نظام شریعت سرے سے برپا ہی نہیں وہاں تو اجرائے حد کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

یہ جواب یہاں تک پہنچ کر ختم ہو رہا تھا کہ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۹۲ نظر میں آ گئی۔ اوپر سے حکم مشرکین و معاندین سے قتال کا چلا آ رہا ہے، آگے ہے: فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، "پھر اگر وہ باز آ

جائیں' تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔ اور اس کے تحت میں فقہا و مفسرین نے صراحتاً لکھا ہے کہ جب شرک و کفر سے توبہ قبول ہو سکتی ہے تو قتل عمد تو اس سے خفیف تر ہے۔ اس سے توبہ کیوں نہ قبول ہو گی' اور قاتل عمد کی توبہ کا مسئلہ اس سے مستنبط کیا ہے۔

ابوبکر جصاص رازی حنفی کی **احکام القرآن** میں ہے: "اس سے دلالت اس پر ہوتی ہے کہ قاتل عمد کی بھی توبہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کفر تو گناہ میں بہرحال قتل سے بڑھا ہوا ہے اور اللہ یہاں خبر دے رہا ہے کہ وہ کافر کی توبہ قبول کر لیتا ہے' اسے بخش دیتا ہے"۔

اور ابن حبان کی تفسیر **بحر المحیط** میں ہے: "آیت میں دلالت ہے قاتل عمد کی قبول توبہ پر' اس لیے کہ کفر تو قتل عمد سے بڑھ کر معصیت ہے۔ اور اللہ خبر دے رہا ہے کہ وہ کفر سے توبہ قبول کر لیتا ہے"۔

اور امام رازیؒ نے **تفسیر کبیر** میں اس سے بھی زیادہ صاف لکھ دیا ہے: "آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ توبہ ہر گناہ سے قبول ہو سکتی ہے اور جس نے یہ کہا کہ قاتل عمد کی توبہ غیر مقبول رہتی ہے' اس نے اس قول میں غلطی کی۔ اس لیے کہ شرک تو قتل سے شدید تر ہے۔ جب اللہ کافر کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو قاتل کی توبہ تو قبول کی مستحق تر ہے"۔

اور صاحب **روح المعانی** نے بھی صاحب **بحر** کے قول کو دہرا دیا ہے۔ دل کو بڑی تقویت دین کے ان زبردست شارحوں کی تائید سے حاصل ہو گئی۔

اس کے بعد ہی ذہن ابن القیم کی مشہور کتاب **اعلام الموقعین** کی طرف گیا۔ اصل کتاب تو فی الفور موجود نہ تھی' البتہ اس کا اردو ترجمہ "**دلائل المحققین**" کے نام سے مل گیا۔ سند کے لیے وہ بھی کافی ہے۔ اس میں ذیل کی عبارتیں نظر پڑ گئیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان گناہوں پر حد واجب کر دی جن کے ارتکاب کا طبعی تقاضا ہے اور جن کی روک تھام طبعاً نہیں ہے۔ حدیں خدا کی سزائیں ہیں' دنیا میں جیسے اس کی سزائیں ہیں' آخرت میں بھی ہیں' جبکہ وہ لوگ بے توبہ مریں۔ ہاں توبہ کرنے والا خدا کے نزدیک مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہے۔ بس جس نے موت سے پہلے خالص توبہ کر لی' اسے اس گناہ پر سزا نہ دے گا۔ یہی حال احکام دنیا کا رکھا ہے کہ جب اس نے خلوص سے توبہ کر لی' اس سے پہلے کہ اسے امام تک پہنچایا جائے' تو اس کے اوپر سے حد گر گئی۔ زیادہ صحیح قول علما کا یہی ہے لیکن جب امام تک معاملہ پہنچ گیا تو اب توبہ سے حد ساقط نہ ہو گی۔ (**دلائل المحققین**' حصہ پنجم' ص ۱۰۷' مطبوعہ دہلی)

اور خیر یہ سوال تو پھر بھی ہلکا یعنی توبہ کے بعد اسقاط حد کا ہے۔ قرآن مجید میں تو اس سے بڑھ کر یعنی بغیر توبہ کے بھی مغفرت کی بشارت موجود ہے۔ سورہ رعد کے اندر خود یہ الفاظ موجود ہیں: وَاِنَّ

رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِھِمْ "اور بے شک آپ کا پروردگار لوگوں کے حق میں باوجود ان کے ظلم کے صاحب مغفرت ہے"۔ جس کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل ہوتا چلا آ رہا ہے: "لیس فی القرآن ارجیٰ ایۃ من ھذہ" "قرآن مجید میں اس سے بڑھ کر پر امید و پر تسلی کوئی آیت نہیں ہے"۔

عَلٰی ظُلْمِھِمْ کی تصریح قرآنی پر غور ہو، توبہ کے بعد تو گناہ گار، گناہ گار باقی ہی نہیں رہتا۔ اس کا گناہ معاف ہو ہی جاتا ہے۔ یہاں تو یہ تصریح ہے کہ بندوں کے ظلم و زیادتی کے ہوتے ہوئے اللہ اس کے حق میں صاحب مغفرت ہے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ غیر تائبین کے بھی حق میں صاحب مغفرت ہے۔ اکابر اہل سنت کا تو یہی مسلک ہے۔ امام رازیؒ تفسیر کبیر میں کہتے ہیں: "ہمارے بزرگوں (یعنی اہل سنت) نے آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے بھی معاف کر دیتا ہے"۔

اور بیضاوی میں ہے: "علٰی ظلمھم کی قید اس پر دلیل ہے کہ توبہ کے بغیر بھی معافی ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ جو تائب ہو گیا وہ پھر ظالم ہی کہاں رہا"۔ (مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ)

غیر محرم کے ساتھ حج

میری بیوی کے ساتھ اس کی بھابی جن کے لیے میں غیر محرم ہوں، حج پر جانا چاہتی ہیں۔ بعض دوسرے اعزہ کا بھی ساتھ ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا اس صورت میں میری زوجہ کی بھابی ہمارے ساتھ حج کو جا سکتی ہے۔ میں نے محمد یوسف اصلاحی کی کتاب **آسان فقہ** (حصہ دوم) صفحہ ۲۵۰-۲۵۱ کے حاشیے میں درج ذیل عبارت کی روشنی میں اثبات میں جواب دیا:

"جس خاتون کا شوہر نہ ہو اور کوئی ایسا محرم بھی نہ ہو جس کے ساتھ سفر حج میں جا سکے تو پھر وہ ان رفقا سفر کے ساتھ سفر کر سکتی ہے جن کی اخلاقی حالت قابل اطمینان ہو۔ یہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے"--- مسئلے کی نزاکت کے سبب میں نے یہاں ایک مولوی صاحب، جو مسجد کے خطیب اور حافظ قرآن ہیں، سے پوچھا اور درج بالا کتاب کا حوالہ دیا۔ انھوں نے کہا "یوسف اصلاحی، مودودی ذہن کا بندہ ہے۔ حوالہ بھی غلط ہے۔ وہ عورت نہیں جا سکتی، حج نہیں ہو گا"۔ یہ اس مفتی کا فتویٰ ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے رہنمائی درکار ہے۔

آپ نے اپنی اہلیہ کی بھابی کے متعلق جو استفسار کیا ہے کہ وہ آپ کے، در آں حالیکہ کہ آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ اور دوسرے متعدد افراد ہیں، حج پر جا سکتی ہیں یا نہیں، اور اس سلسلے میں آپ نے مولانا

محمد یوسف اصلاحی صاحب کی کتاب کا حوالہ دیا ہے کہ امام شافعیؒ نے اس کی اجازت دی ہے تو جواب یہ ہے کہ اس مسئلے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ حج کے لیے ایک خاتون اس وقت جا سکتی ہے جب فتنے سے اطمینان ہو اور معتمد علیہ خواتین کی جماعت اور معتمد علیہ قابل اعتماد غیر محرم مردوں کے ذریعے تحفظ حاصل ہو۔ (البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کے لیے حکومت کے سامنے غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے) فرماتے ہیں: **وفی کتب الحنفیۃ عامۃ عدم جواز السفر الا مع محرم قلت ویجوز عندی مع غیر محرم ایضا مع شرط الاعتماد والامن عن الفتنۃ وقد وجدت لہ مادۃ کثیرۃ فی الاحادیث اما فی الفقہ فھو مسائل الفتن (فیض الباری، ج ۲، ص ۳۹۷، باب فی کم یقصر الصلوٰۃ)**

اس کے حاشیے میں مولانا بدر عالم نے اس حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے، جو آپ کے داماد تھے، فرمایا تھا کہ صاحبزادی زینب کو مدینہ بھیج دیں اور جس آدمی کے ساتھ بھیجنے کا فرمایا تھا وہ ان کا محرم نہ تھا۔

نقل کردہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا، اس وقت منع ہے، جب کہ فتنے کا احتمال ہو۔ فقہ کی کتابوں میں جو بات ہے، اس کا تعلق فتنے سے ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں: "میرے نزدیک جائز ہے جبکہ فتنے کا خطرہ نہ ہو اور غیر محرم ایسا ہو جس پر اعتماد ہو، اور اس کے جواز کے لیے میرے پاس بہت سی احادیث ہیں۔ اس لیے مولانا محمد یوسف اصلاحی کی بات صحیح ہے۔ آپ کی اہلیہ کی بھابی آپ کے ساتھ حج کر سکتی ہیں۔ البتہ حکومت اگر سوال کرے تو بتا دیں کہ یہ میری اہلیہ کی بھابی ہیں اور اس طرح میں غیر محرم ہونے کے باوجود شرعاً محرم کی طرح، انھیں اپنے ساتھ حج کے لیے لے جا سکتا ہوں۔ فقہ شافعی اور فقہ حنبلی میں اس کی اجازت ہے اور فقہ حنفی کی باریکیوں کو سمجھنے والوں نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ **(مولانا عبدالمالک)**

معذوری اور بیماری میں اجر

میری عمر ۸۷ سال ہے۔ میں پہلے امام حسن البناؒ کی کتاب **تزکیہ نفس** کے اوراد و ظائف کیا کرتا تھا۔ اب آپ کے بتائے ہوئے چھ اوراد جو **قرب الٰہی کے چند آسان عملی طریقے** میں درج ہیں، شروع کر دیے ہیں اور قرآن پاک کا پورا پارا پڑھنا شروع کر دیا ہے، پہلے نصف پارا پڑھا کرتا تھا۔ پہلے تہجد میں سورہ جمعہ، اعلیٰ، **الفجر، النبا، المزمل، البروج** پڑھا کرتا تھا اور اب آخری دس سورتوں میں سے مختلف سورتیں پڑھتا ہوں۔ پہلے میں ساری نمازیں مسجد میں پڑھتا تھا، ایک مسجد میں فجر کے بعد اور دوسری میں ظہر کے بعد، ایک رکوع کا ترجمہ اور **تفہیم القرآن** سے درس دیتا تھا۔ مگر اب نظر کم ہو گئی ہے۔ چلنے پھرنے سے معذور ہو چکا ہوں۔

میرے گھٹنوں میں، کبھی ایک میں اور کبھی دونوں میں، درد ہوتا ہے اور دو آدمیوں کے سہارے سے وضو کرتا ہوں۔ البتہ فجر کے وقت بڑی تکلیف سے خود ہی وضو کرتا ہوں۔ گھٹنوں میں بظاہر کوئی سوجن نہیں مگر درد کی وجہ سے سہارے کے بغیر چلنا مشکل ہے۔ اب کسی مسجد میں نہیں جا سکتا۔ صرف جمعہ کے لیے سکوٹر پر آتا جاتا ہوں۔ کسی مسجد میں درس نہیں دے سکتا۔ البتہ جہاد کشمیر، ادارہ دارالعلوم عربیہ اور جماعت اسلامی کو ماہانہ اعانت دیتا ہوں۔ کوئی گھٹنوں کا علاج آپ کو معلوم ہو، یا کوئی وظیفہ ہی ہو، جس سے میں چل پھر سکوں یا صرف دعا ہی فرمائیں۔

آپ نے جتنی اللہ کے دین کی خدمت کی ہے اور اس عمر کے باوجود اس بیماری کے ساتھ اب بھی کر رہے ہیں، یہ ہم جیسے لوگوں کے لیے قابل رشک ہے۔ اب آپ کی جتنی معذوریاں ہیں، بیماریاں ہیں، تو آپ اطمینان رکھیں کہ زمانہ صحت میں آپ جتنی تلاوت کرتے تھے، عبادات کرتے تھے، درس و دعوت کا کام کرتے تھے، راہ خدا میں چلتے پھرتے تھے، سب کا اجر آپ کو اب بھی مل رہا ہے۔ اعمال تو مقصود نہیں، اجر اور اللہ کی رضا مقصود ہے۔ اب آپ کو اللہ کی رحمت کا امیدوار اور اس پر شاداں رہنا چاہیے۔ اسی کو غالب ہونا چاہیے، اگرچہ مومن کا دل خوف اور اندیشے سے کبھی خالی نہیں ہو سکتا۔

سب سے اچھا وظیفہ تو آپ کے نیک اعمال اور دعا ہے۔ نماز فجر کے وقت سنت اور فرض کے درمیان ۴۱ بار سورۃ الحمد [سورۃ الفاتحہ] پڑھ کر اپنے بدن پر دم کر لیا کریں۔ سورۃ الحمد کی خاصیت شفا، احادیث سے ثابت ہے۔ گھٹنوں میں جہاں درد ہے، ہاتھ کی انگلیاں رکھ کر درج ذیل دعا پڑھ لیا کریں: تین مرتبہ بسم اللہ، اور سات مرتبہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد من وجعی ھذا [میں اپنے اس درد کے شر سے اللہ کی عزت کے غلبے اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں]۔ باقی ہر تکلیف پر گناہوں کی معافی اور نیکیوں میں اضافے کے امیدوار رہیں۔ اللہ آپ کی مدد کرے گا۔ (خرم مرادؒ، ۱۱ ستمبر ۹۶)